

مکتوب (۲۸)

(۲۸) وَمِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

معاویہ کے نام

إِلَى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا

وَهُوَ مِنْ مَّكَاسِينِ الْكُتُبِ

یہ مکتوب امیر المؤمنین علیہ السلام کے بہترین مکتوبات میں سے ہے:

تمہارا خط پہنچا۔ تم نے اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دین کیلئے منتخب فرمایا اور تائید و نصرت کرنے والے ساتھیوں کے ذریعہ ان کو قوت و توانائی بخشی۔ زمانہ نے تمہارے عجائبات پر اب تک پردہ ہی ڈالے رکھا تھا جو یوں ظاہر ہو رہے ہیں کہ تم ہمیں ہی خبر دے رہے ہو، ان احسانات کی جو خود ہمیں پر ہوئے ہیں اور اس نعمت کی جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہمیں پر ہوئی ہے۔ اس طرح تم ویسے ٹھہرے جیسے ہجر کی طرف کھجوریں لا کر لے جانے والا، یا اپنے استاد کو تیرا اندازی کے مقابلے کی دعوت دینے والا۔

تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسلام میں سب سے افضل فلاں اور فلاں (ابو بکر و عمر) ہیں۔ یہ تم نے ایک ایسی بات کہی ہے کہ اگر صحیح ہو تو تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں اور غلط ہو تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور بھلا کہاں تم اور کہاں یہ بحث کہ کون افضل ہے اور کون غیر افضل؟ اور کون حاکم ہے اور کون رعایا؟! بھلا آزاد کردہ لوگوں اور ان کے بیٹوں کو یہ حق کہاں سے ہو سکتا ہے کہ وہ مہاجرین اولین کے درمیان امتیاز کرنے، ان کے درجے ٹھہرانے اور ان کے طبقے پہنچوانے بیٹھیں۔ کتنا نامناسب ہے کہ جوئے کے تیروں میں نقلی تیر آواز دینے لگے اور کسی معاملہ میں وہ فیصلہ کرنے بیٹھے جس کے خود خلاف بہر حال اس میں فیصلہ ہونا ہے۔

اے شخص! تو اپنے پیروں کے لنگ کو دیکھتے ہوئے اپنی حد پر ٹھہرتا کیوں نہیں؟ اور اپنی کوتاہ دستی کو سمجھتا کیوں نہیں؟ اور کیوں نہیں پیچھے ہٹ کر رکتا؟ وہیں جہاں قضا و قدر کا فیصلہ تجھے پیچھے ہٹا چکا ہے۔

أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ آتَانِي كِتَابُكَ تَذَكُّرُ فِيهِ اصْطِفَاءَ اللَّهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِيْدِهِ، وَ تَأْيِيْدَهُ إِيَّاهُ بِمَنْ آيْدَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَلَقَدْ خَبَّأْنَا لَنَا الدَّهْرُ مِنْكَ عَجَبًا، إِذْ طَفِقْتَ تُخْبِرُنَا بِبَلَاءِ اللَّهِ عِنْدَنَا وَ نِعْمَتِهِ عَلَيْنَا فِي نَبِيِّنَا، فَكُنْتُ فِي ذَلِكَ كَنَاقِلِ التَّمْرِ إِلَى هَجْرٍ، أَوْ دَاعِي مُسَدِّدِهِ إِلَى النِّضَالِ.

وَزَعَمْتُ أَنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ فَلَانٌ وَ فَلَانٌ، فَذَكَرْتُ أَمْرًا إِنْ تَمَّ اعْتَرَلَكَ كُلُّهُ، وَإِنْ نَقَصَ لَمْ يَلْحَقْكَ ثَمُّهُ، وَ مَا أَنْتَ وَ الْفَاضِلُ وَ الْمَفْضُولُ، وَ السَّائِسُ وَ الْمُسُوْسُ! وَ مَا لِلطَّلْقَاءِ وَ أَبْنَاءِ الطَّلْقَاءِ وَ التَّنْيِيْزِ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ، وَ تَرْتِيْبِ دَرَجَاتِهِمْ وَ تَعْرِيفِ طَبَقَاتِهِمْ! هَيْهَاتَ لَقَدْ حَنَّ قَدْحٌ لَيْسَ مِنْهَا، وَ طَفِقَ يَحْكُمُ فِيهَا مَنْ عَلَيْهِ الْحُكْمُ لَهَا!

أَلَا تَرُبِعُ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ عَلَى ظَلْعِكَ وَ تَعْرِفُ قُصُوْرَ دَرْعِكَ؟ وَ تَتَأَخَّرُ حَيْثُ أَخْرَكَ الْقَدْرُ! فَمَا عَلَيْكَ

آخر تجھے کسی مغلوب کی شکست سے اور کسی فاتح کی کامرانی سے سروکار ہی کیا ہے؟ تمہیں محسوس ہونا چاہیے کہ تم حیرت و سرگشتگی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہو اور راہِ راست سے منحرف ہو۔

آخر تم نہیں دیکھتے؟ اور یہ میں جو کہتا ہوں تمہیں کوئی اطلاع دینا نہیں ہے، بلکہ اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنا ہے کہ: مہاجرین و انصار کا ایک گروہ خدا کی راہ میں شہید ہوا اور سب کیلئے فضیلت کا ایک درجہ ہے، مگر جب ہم میں سے شہید نے جامِ شہادت پیا تو اسے ”سید الشہداء“ کہا گیا اور پیغمبر ﷺ نے صرف اسے یہ خصوصیت بخشی کہ اس کی نماز جنازہ میں ستر (۷۰) تکبیریں کہیں۔

اور کیا نہیں دیکھتے؟ کہ بہت لوگوں کے ہاتھ خدا کی راہ میں کاٹے گئے اور ہر ایک کیلئے ایک حد تک فضیلت ہے، مگر جب ہمارے آدمی کیلئے یہی ہوا جو اوروں کے ساتھ ہو چکا تھا تو اسے ”الظَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ“ (جنت میں پرواز کرنے والا) اور ”ذُو الْجَنَّاتِ حَيْثُ“ (دو پروں والا) کہا گیا۔

اور اگر خداوند عالم نے خود ستائی سے روکا نہ ہوتا تو بیان کرنے والا اپنے بھی وہ فضائل بیان کرتا کہ مومنوں کے دل جن کا اعتراف کرتے ہیں اور سننے والوں کے کان انہیں اپنے سے الگ نہیں کرنا چاہتے۔ ایسوں کا ذکر کیوں کرو؟ جن کا تیر نشانوں سے خطا کرنے والا ہے۔ ہم وہ ہیں جو براہِ راست اللہ سے نعمتیں لے کر پروان چڑھے ہیں اور دوسرے ہمارے احسان پروردہ ہیں۔

ہم نے اپنی نسلِ بعدِ نسل چلی آنے والی عزت اور تمہارے خاندان پر قدیمی برتری کے باوجود کوئی خیال نہ کیا اور تم سے میل جول رکھا اور برابر والوں کی طرح رشتے دیئے لئے، حالانکہ تم اس منزلت پر نہ تھے اور ہو کیسے سکتے ہو؟ جب کہ ہم میں نبی اور تم میں

غَلَبَةُ الْمَغْلُوبِ، وَ لَا لَكَ ظَفَرُ الظَّافِرِ!
وَ اِنَّكَ لَدَهَابٌ فِي التَّيْبِ، رَوَّاعٌ
عَنِ الْقَصْدِ.

اَلَا تَرَى - غَيَّرَ مُخْبِرٌ لَّكَ وَ لَكِنْ بِنِعْمَةِ
اللّٰهِ اُحَدِّثُ - اَنَّ قَوْمًا اسْتَشْهَدُوا فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ، وَ لِكُلِّ
فَضْلٍ، حَتّٰى اِذَا اسْتَشْهَدَ شَهِيدُنَا قِيْلَ:
”سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ“، وَ حَصَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ
بِسَبْعِيْنَ تَكْبِيْرَةً عِنْدَ صَلَوٰتِهِ عَلَيْهِ!

اَوْ لَا تَرَى اَنَّ قَوْمًا قَطَعَتْ اَيْدِيَهُمْ
فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ - وَ لِكُلِّ فَضْلٍ - حَتّٰى
اِذَا فُعِلَ بِوَاحِدِنَا مَا فُعِلَ بِوَاحِدِهِمْ،
قِيْلَ: ”الظَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ“ وَ
”ذُو الْجَنَّاتِ حَيْثُ“!

وَ لَوْ لَا مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ تَرْكِيْبَةِ
الْمَرْءِ نَفْسَهُ، لَدَاكِرٌ ذَاكِرٌ فَضَائِلَ جَمَّةً،
تَعْرِفُهَا قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ لَا تَمُجُّهَا اُذَانُ
السَّمَاعِيْنَ. فَدَخَ عَنْكَ مَنْ مَالَتْ بِهِ
الرَّمِيَّةُ، فَاِنَّا صَنَّاخِعُ رَبِّنَا، وَ النَّاسُ بَعْدُ
صَنَّاخِعُ لَنَا.

لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيْمُ عَزِّنَا وَ لَا عَادِيْ طَوْلِنَا
عَلَى قَوْمِكَ اَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِاَنْفُسِنَا،
فَنَكَحْنَا وَ اُنْكَحْنَا فِعْلًا اِلَّا كِفَاءً، وَ لَسْتُمْ
هُنَاكَ! وَ اِنِّيْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ وَ مِنَّا النَّبِيُّ

جھٹلانے والا، ہم میں اسد اللہ اور تم میں اسد الاحلاف، ہم میں دوسردارانِ جوانانِ اہل جنت اور تم میں جہنمی لڑکے، ہم میں سردارِ زنانِ عالمیان اور تم میں حملتہ الحطب، اور ایسی ہی بہت باتیں جو ہماری بلندی اور تمہاری پستی کی آئینہ دار ہیں۔

چنانچہ ہمارا نظور اسلام کے بعد کا دور بھی وہ ہے جس کی شہرت ہے اور جاہلیت کے دور کا بھی ہمارا امتیاز ناقابل انکار ہے اور اس کے بعد جو رہ جائے وہ اللہ کی کتاب جامع الفاظ میں ہمارے لئے بتا دیتی ہے، ارشاد الہی ہے: ”قرابتدار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔“ دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا ہے: ”ابراہیمؑ کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار تھے اور یہ نبیؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ ایمان والوں کا سرپرست ہے۔“

تو ہمیں قرابت کی وجہ سے بھی دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا حق فائق ہے۔ اور سقیفہ کے دن جب مہاجرین نے رسول ﷺ کی قرابت کو استدلال میں پیش کیا تو انصار کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے۔ تو ان کی کامیابی اگر قرابت کی وجہ سے تھی تو پھر یہ خلافت ہمارا حق ہے نہ کہ ان کا، اور اگر استحقاق کا کچھ اور معیار ہے تو انصار کا دعویٰ اپنے مقام پر برقرار رہتا ہے۔

اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میں نے سب خلفاء پر حسد کیا اور ان کے خلاف شور مچا کھڑی کیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس سے میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم سے معذرت کروں، (بقول شاعر):

”یہ ایسی خطا ہے جس سے تم پر کوئی حرف نہیں آتا“
اور تم نے لکھا ہے کہ مجھے بیعت کیلئے یوں کھینچ کر لایا جاتا تھا جس طرح تکلیل پڑے اونٹ کو کھینچا جاتا ہے، تو خالق کی ہستی کی قسم! تم

وَمِنْكُمْ الْمُكَذِّبُ، وَمِنَّا أَسَدُ اللَّهِ وَمِنْكُمْ
أَسَدُ الْأَحْلَافِ، وَمِنَّا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ
الْجَنَّةِ وَمِنْكُمْ صَبِيَّةُ النَّارِ، وَمِنَّا خَيْرُ
نِسَاءِ الْعَالَمِينَ وَمِنْكُمْ حَمَلَةُ الْحَطَبِ، فِي
كَثِيرٍ مِّمَّا لَنَا وَعَلَيْكُمْ!.

فَاسْلَامُنَا قَدْ سَبَعٌ، وَجَاهِلِيَّتُنَا لَا
تُدْفَعُ، وَكِتَابُ اللَّهِ يَجْمَعُ لَنَا مَا شَدَّ عَنَّا، وَ
هُوَ قَوْلُهُ: ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى
بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ
أَوْلَى النَّاسِ بِأَبْرِهِمْ لِلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا
التَّبْيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ وَاللَّهُ وَلِيُّ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿﴾،

فَنَحْنُ مَرَّةً أَوْلَى بِالْقَرَابَةِ، وَتَارَةً أَوْلَى
بِالطَّاعَةِ. وَلَمَّا احْتَجَّ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى
الْأَنْصَارِ يَوْمَ السَّقِيْفَةِ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ
فَلَجُّوا عَلَيْهِمْ، فَإِنْ يَكُنِ الْفَلَجُ بِهِ فَالْحَقُّ
لَنَا دُونَكُمْ، وَإِنْ يَكُنْ بغيرِهِ فَالْأَنْصَارُ
عَلَى دَعْوَاهُمْ.

وَزَعَمْتَ أَنَّ لِكُلِّ الْخُلَفَاءِ حَسَدْتُ، وَعَلَى
كُلِّهِمْ بَغِيْتُ، فَإِنْ يَكُنْ ذَلِكَ كَذَلِكَ فَلَيْسَ
الْجِنَايَةُ عَلَيْكَ، فَيَكُونُ الْعُذْرُ إِلَيْكَ.

وَتِلْكَ شِكَاةٌ ظَاهِرَةٌ عَنكَ عَارَهَا
وَقُلْتُ: إِنِّي كُنْتُ أَقَادُ كَمَا يُقَادُ الْجَمَلُ
الْمُخْشُوشُ حَتَّى أَبَايَعُ، وَلَعَمْرُ اللَّهِ! لَقَدْ

اترے تو برائی کرنے پر تھے کہ تعریف کرنے لگے، چاہا تو یہ تھا کہ مجھے رسوا کرو کہ خود ہی رسوا ہو گئے۔ بھلا مسلمان آدمی کیلئے اس میں کوئی عیب کی بات ہے کہ وہ مظلوم ہو، جبکہ وہ نہ اپنے دین میں شک کرتا ہو، نہ اس کا یقین ڈانواں ڈول ہو۔ اور میری اس دلیل کا تعلق اگرچہ دوسروں سے ہے مگر جتنا بیان یہاں مناسب تھا تم سے کر دیا۔

پھر تم نے میرے اور عثمان کے معاملہ کا ذکر کیا ہے، تو ہاں اس میں تمہیں حق پہنچتا ہے کہ تمہیں جواب دیا جائے، کیونکہ تمہاری ان سے قربت ہوتی ہے۔ اچھا تو پھر (سچ سچ) بتاؤ کہ ہم دونوں میں ان کے ساتھ زیادہ دشمنی کرنے والا اور ان کے قتل کا سر و سامان کرنے والا کون تھا؟ وہ کہ جس نے اپنی امداد کی پیشکش کی اور انہوں نے اسے بٹھا دیا اور روک دیا؟، یا وہ کہ جس سے انہوں نے مدد چاہی اور وہ ٹال گیا اور ان کیلئے موت کے اسباب مہیا کئے، یہاں تک کہ ان کے مقدر کی موت نے انہیں آگھیرا؟ ہرگز نہیں!۔ خدا کی قسم! (وہ پہلا زیادہ دشمن ہرگز قرار نہیں پاسکتا)۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو جنگ سے دوسروں کو روکنے والے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے والے ہیں کہ آؤ ہماری طرف آؤ اور خود بھی جنگ کے موقع پر برائے نام ٹھہرتے ہیں۔

بیشک میں اس چیز کیلئے معذرت کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ میں ان کی بعض بدعتوں کو ناپسند کرتا تھا۔ اگر میری خطا یہی ہے کہ میں انہیں صحیح راہ دکھاتا تھا اور ہدایت کرتا تھا تو اکثر نا کردہ گناہ ملا متوں کا نشانہ بن جایا کرتے ہیں۔

”اور کبھی نصیحت کرنے والے کو بدگمانی کا مرکز بن جانا پڑتا ہے“۔ میں نے تو جہاں تک بن پڑا یہی چاہا کہ اصلاح حال ہو جائے اور مجھے تو فیتق حاصل ہونا ہے تو صرف اللہ سے، اسی پر میرا بھروسا ہے

أَرَدْتُ أَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتُ، وَأَنْ تَفْضَحَ فَاْفْتَضَحْتَ! وَمَا عَلَى الْمُسْلِمِ مِنْ غَضَاَضَةٍ فِي أَنْ يَكُونَ مَظْلُومًا مَا لَمْ يَكُنْ شَاكًّا فِي دِينِهِ، وَلَا مُرْتَابًا بِبِقِيْنِهِ! . وَ هَذِهِ حُجَّتِي إِلَى غَيْرِكَ قَصْدُهَا، وَ لِكَيْ أَطْلُقْتُ لَكَ مِنْهَا بِقَدْرِ مَا سَخَّ مِنْ ذِكْرِهَا.

ثُمَّ ذَكَرْتُ مَا كَانَ مِنْ أَمْرِي وَ أَمْرِ عُثْمَانَ، فَلَكَ أَنْ تُجَابَ عَنْ هَذِهِ لِرَحِيكَ مِنْهُ، فَأَيُّنَا كَانَ أَعْدَى لَهُ وَ أَهْدَى إِلَى مَقَاتِلِهِ؟! أَمْ مِنْ بَدَلٍ لَهُ نُصْرَتُهُ فَاسْتَفْعَدَهُ وَ اسْتَكْفَهُ؟ أَمْ مِنْ اسْتَنْصَرَهُ فَتَرَاخَى عَنْهُ، وَ بَثَّ الْمُنُونَ إِلَيْهِ حَتَّى آتَى قَدْرُهُ عَلَيْهِ؟ كَلَّا! . وَاللَّهِ! لَقَدْ عَلِمَ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَ الْقَائِلِينَ لِأَخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا، وَ لَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾

وَمَا كُنْتُ لِأَعْتَدِرَ مِنْ آتِي كُنْتُ أَنْقِمُ عَلَيْهِ أَحْدَاثًا، فَإِنْ كَانَ الذَّنْبُ إِلَيْهِ إِزْشَادِي وَ هِدَايَتِي لَهُ، فَزَبَّ مَلُومٍ لَّا ذَنْبَ لَهُ.

وَ قَدْ يَسْتَفِيدُ الظَّنَّةَ الْمُتَنَصِّحُ وَ مَا أَرَدْتُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ مَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ إِلَيْهِ

اور اسی سے لو لگاتا ہوں۔

أُنَيْبٌ ۝

تم نے مجھے لکھا ہے کہ میرے اور میرے ساتھیوں کیلئے تمہارے پاس بس تلوار ہے۔ یہ کہہ کر تو تم روتوں کو بھی ہنسانے لگے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے اولادِ عبدالمطلب کو کب دشمن سے پیڑھے پھراتے ہوئے پایا اور کب تلواروں سے خوفزدہ ہوتے دیکھا؟ (اگر یہی ارادہ ہے تو پھر بقول شاعر):

”تھوڑی^ط دیر دم لو کہ حمل میدان جنگ میں پہنچے لے۔“

عقرب جسے تم طلب کر رہے ہو، وہ خود تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہوگا اور جسے دور سمجھ رہے ہو وہ قریب پہنچے گا۔ میں تمہاری طرف مہاجرین و انصار اور اچھے طریقے سے ان کے نقش قدم پر چلنے والے تابعین کا لشکر جرائے کر عقرب اڑتا ہوا آ رہا ہوں۔ ایسا لشکر کہ جس میں بے پناہ ہجوم اور پھیلا ہوا گرد و غبار ہوگا۔ وہ موت کے کفن پہنے ہوئے ہوں گے۔ ہر ملاقات سے زیادہ انہیں لقاے پروردگار محبوب ہوگی۔ ان کے ساتھ شہدائے بدر کی اولاد اور ہاشمی تلواریں ہوں گی کہ جن کی تیز دھار کی کاٹ تم اپنے ماموں، بھائی، نانا اور کنبہ والوں میں دیکھ چکے ہو، وہ ظالموں سے اب بھی دور نہیں ہیں۔“

--☆☆--

وَ ذَكَرْتَ أَنَّهُ لَيْسَ لِي وَ لِأَصْحَابِي
عِنْدَكَ إِلَّا السَّيْفُ، فَلَقَدْ أَضْحَكْتَ
بَعْدَ اسْتِعْبَارٍ ! مَتَى الْفَيْتَ بَنِي
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْأَعْدَاءِ نَاكِلِينَ، وَ
بِالسُّيُوفِ مُخَوِّفِينَ!؟

لَبِثَ قَلِيلًا يَلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلٌ
فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ، وَ يَقْرُبُ مِنْكَ مَا
تَسْتَبْعِدُ، وَ أَنَا مُرَقِلٌ نَحْوَكَ فِي جَحْفَلٍ مِّنَ
الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ، وَ التَّابِعِينَ لَهُمْ
بِأَحْسَانٍ، شَدِيدٍ زِحَامُهُمْ، سَاطِعٍ قَتَا مُهْمُهُمْ،
مُتَسَرِّبِلِينَ سَرَائِبِ الْمَوْتِ، أَحَبُّ الْإِقَاءِ
إِلَيْهِمْ لِقَاءُ رَبِّهِمْ، قَدْ صَحِبْتَهُمْ ذُرِّيَّةً
بَدْرِيَّةً، وَ سِيُوفٌ هَاشِمِيَّةً، قَدْ عَرَفْتَ مَوَاقِعَ
نِصَالِهَا فِي أَخِيكَ وَ خَالِكَ وَ جَدِّكَ وَ أَهْلِكَ،
وَ مَا هِيَ مِنَ الظُّلَمِينَ بِبَعِيدٍ ۝

-----☆☆-----

ط امیر المؤمنین علیہ السلام کا یہ مکتوب معاویہ کے اس خط کے جواب میں ہے جو اس نے ابو امامہ بانی کے ہاتھ حضرت کے پاس کو ذبح بھیجا تھا اور اس میں بعض ان باتوں کا بھی جواب ہے جو اس نے ابو مسلم خولانی کے ہاتھ بھجوائے ہوئے خط میں تحریر کی تھیں۔

معاویہ نے ابو امامہ کے خط میں بعثت پیغمبر اور ان کے وحی و رسالت پر فائز ہونے کا تذکرہ کچھ اس انداز میں کیا کہ گویا یہ چیزیں امیر المؤمنین علیہ السلام کیلئے انجانی اور ان سمجھی ہے اور آپ اس کے بتانے اور سمجھانے کے محتاج ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اجنبی گھر والوں کو ان کے گھر کا نقشہ بتانے بیٹھے اور ان کی دیکھی بھالی ہوئی چیزوں سے آگاہ کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت نے اس کی روش پر تعجب کرتے ہوئے اسے اس شخص کے مانند قرار دیا جو ہجرت کی طرف کھجوریں لاد کر لے گیا تھا، حالانکہ خود ہجر میں بڑی کثرت سے کھجور پیدا ہوتی تھی۔

یہ ایک مثل ہے کہ جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی اپنے سے زیادہ جاننے والے اور واقف کار کو بتانے بیٹھ جائے۔ اس مثل

کا واقعہ یہ ہے کہ ”ہجر“ سے کہ جو بحرین کے نزدیک ایک شہر ہے، ایک شخص بصرہ میں خرید و فروخت کیلئے آیا اور مال فروخت کرنے کے بعد جب خرید نے کیلئے بازار کا جائزہ لیا تو کھجوروں کے علاوہ اسے کوئی چیز ازاں نظر نہ آئی۔ لہذا اس نے کھجوروں ہی کے خریدنے کا فیصلہ کیا اور جب کھجوریں لا کر ہجر پہنچا تو وہاں کی کثرت و ارزانی کی وجہ سے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ فی الحال انہیں ذخیرہ کر کے رکھ دے اور جب ان کا بھاؤ چڑھے تو انہیں فروخت کرے۔ مگر ان کا بھاؤ دن بدن گھٹتا گیا یہاں تک کہ اس انتظار میں وہ تمام کی تمام گل سرگینیں اور اس کے پلے گٹھلیوں کے علاوہ کچھ نہ پڑا۔

بہر حال معاویہ نے پیغمبر ﷺ کے مبعوث برسات ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد خلفائے ثلاثہ کے محامد و فضائل اور ان کے مراتب و مدارج پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا:

فَكَانَ أَفْضَلَهُمْ مَرَّتَبَةً وَأَعْلَاهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَالْمُسْلِمِينَ مَنْزِلَةً الْخَلِيفَةُ الْأُولَى الَّذِي جَمَعَ الْكَلِمَةَ وَ
لَمْ يَدْعُوهُ وَقَاتَلَ أَهْلَ الرَّدَّةِ، ثُمَّ الْخَلِيفَةُ الثَّانِي الَّذِي فَتَحَ الْفُتُوحَ وَ مَصَّرَ الْأَمْصَارَ وَأَذَلَّ رِقَابَ
الْمُشْرِكِينَ، ثُمَّ الْخَلِيفَةُ الثَّلَاثُ الْمَظْلُومِ الَّذِي نَشَرَ الْيَمَّةَ وَ طَبَقَ الْأَفَاقَ بِالْكَلِمَةِ الْخَلِيفِيَّةِ.

صحابہ میں سب سے افضل اور اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک سب سے رفیع المنزلت خلیفہ اول تھے، جنہوں نے سب کو ایک آواز پر جمع کیا، انتہا کو مٹایا اور اہل ردہ سے جنگ و قتال کیا۔ ان کے بعد خلیفہ ثانی کا درجہ ہے جنہوں نے فتوحات حاصل کیں، شہروں کو آباد کیا اور مشرکین کی گردنوں کو ذلیل کیا۔ پھر خلیفہ ثالث کا درجہ ہے جو مظلوم و ستم رسیدہ تھے، انہوں نے ملت کو فروغ دیا اور کلمۂ حق پھیلایا۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳ ص ۳۳۸)

معاویہ کے اس سارے آہنگ کے چھیڑنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان باتوں سے آپ کے احساسات کو مجروح اور جذبات کو مشتعل کر کے آپ کے قلم یا زبان سے ایسی بات اگوائے کہ جس سے اصحاب ثلاثہ کی مذمت و تنقیص ہوتی ہو اور پھر اسے اچھا کر شام و عراق کے باشندوں کو آپ کے خلاف بھڑکائے۔ اگرچہ وہ اہل شام کے ذہنوں میں پہلے یہ بٹھا چکا تھا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے عثمان کے خلاف لوگوں کو اکسایا، طلحہ و زبیر کو قتل کرایا، اُمّ المؤمنین کو گھر سے بے گھر کیا اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا، اور وہ اصل واقعات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان بے بنیاد باتوں پر یقین کئے بیٹھے تھے۔ پھر بھی محاذ اختلاف کو مضبوط کرنے کیلئے اس نے ضروری سمجھا کہ انہیں یہ ذہن نشین کرائے کہ حضرت اصحاب ثلاثہ کی فضیلت سے انکاری اور ان سے دشمنی و عناد رکھتے ہیں اور نہ میں آپ کی تحریر کو پیش کرے اور اس کے ذریعہ سے اہل عراق کو بھی ورغلائے، کیونکہ ان کی کثرت ان خلفاء کے ماحول سے متاثر اور ان کی فضیلت و برتری کی قائل تھی۔ مگر امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس کے مقصد کو بھانپ کر ایسا جواب دیا کہ جس سے اس کی زبان میں گرہ لگ جائے اور کسی کے سامنے اسے پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

چنانچہ اس کی اسلام دشمنی اور مجبوری اطاعت قبول کرنے کی وجہ سے اس کی پست مرتبگی کو ظاہر کرتے ہوئے اسے اپنی حد پر ٹھہرنے کی ہدایت کی ہے اور ان مہاجرین کے درجات مقرر کرنے اور ان کے طبقات پہنچوانے سے متنبہ کیا ہے کہ جو اس کے مقابلہ میں اس لحاظ سے بہر صورت فوقیت رکھتے تھے کہ انہوں نے ہجرت میں پیش قدمی کی اور یہ چونکہ طلیق و آزاد کردہ اور مہاجرین سے دور کا بھی واسطہ نہ رکھتا تھا اس

لئے مسئلہ زیر بحث میں اس کی حیثیت وہی قرار دی ہے جو جوئے کے تیروں میں نقلی تیر کی ہوتی ہے۔ اور یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے، جہاں کوئی شخص ایسے لوگوں پر فخر کرے کہ جن سے اسے کوئی لگاؤ نہ ہو۔

رہا اس کا یہ دعویٰ کہ فلاں اور فلاں افضل ہیں تو حضرت نے لفظ «ذَعَمْتُ» سے واضح کر دیا کہ یہ اس کا ذاتی خیال ہے جسے حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، کیونکہ یہ لفظ اسی موقع پر استعمال ہوتا ہے جہاں کسی غلط اور غلاف واقعہ جیسا کہ مذکور کیا جائے۔ اس دعوائے فضیلت کو زعم باطل قرار دینے کے بعد بنی ہاشم کے ان خصوصیات و امتیازات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو دوسروں کے مقابلہ میں ان کے کمالات کی بلند حیثیت کو نمایاں کرتے ہیں:

چنانچہ جن لوگوں نے پیغمبر ﷺ کے ساتھ شریک ہو کر شہادت کا شرف حاصل کیا انہوں نے بلند سے بلند درجات پائے، مگر حن کار کردگی کی وجہ سے جو امتیاز حضرت حمزہ علیہ السلام کو حاصل ہوا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکا۔ چنانچہ پیغمبر ﷺ نے انہیں ”سید الشہداء“ کے لقب سے یاد کیا اور چودہ مرتبہ ان پر نماز جنازہ پڑھی کہ جس سے تکبیروں کی مجموعی تعداد متر تک پہنچ گئی۔

اسی طرح مختلف جنگوں میں مجاہدین کے ہاتھ قطع ہوئے۔ چنانچہ جنگ بدر میں حبیب ابن یساف اور معاذ ابن جبل کے اور جنگ احد میں عمرو ابن جموح سلمیٰ اور عبید اللہ ابن منیک کے ہاتھ کاٹے گئے، مگر جب جنگ موتہ میں حضرت جعفر ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہاتھ قطع ہوئے تو پیغمبر ﷺ نے انہیں یہ خصوصیت بخشی کہ انہیں «الطَّيْبَاءُ فِي الْجَنَّةِ» اور «ذُو الْجَنَّةِ أَحْيَيْنَ» کے لقب سے یاد کیا۔ بنی ہاشم کے امتیازِ خصوصی کے بعد اپنے ان فضائل و کمالات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جن سے تاریخ و حدیث کے دامن چھلک رہے ہیں اور جن کی صحت شک و شبہات سے آلودہ نہ ہو سکی۔ چنانچہ محدثین کا قول ہے:

لَمْ يُرَوْ فِي فَصَائِلِ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ بِأَلْسَانِيَدِ الْحُسَيْنِ مَا رُوِيَ فِي فَصَائِلِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

جتنی قابل و ثوق ذرائع سے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث وارد ہوئی ہیں، پیغمبر ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی نہیں آئیں۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص ۷۹۲)

ان فضائلِ مخصوصہ اہل بیت میں سے ایک اہم فضیلت یہ ہے جس کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے کہ:

إِنَّا صَنَّا نَائِجٌ رَبَّنَا، وَ النَّاسُ بَعْدُ صَنَّا نَائِجٌ لَنَا.

(ہم وہ ہیں جو براہ راست اللہ سے نعمتیں لے کر پروان چڑھتے ہیں اور دوسرے ہمارے احسان پروردہ ہیں)۔

یہ وہ معراجِ فضیلت ہے کہ جس کی بلندیوں تک بلند سے بلند شخصیت کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی اور ہر منزلت اس کے سامنے پست و سرنگوں نظر آتی ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید اس جملہ کی عظمت و رفعت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے معانی و مطالب کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں:

يَقُولُ لَيْسَ لِأَحَدٍ مِنَ الْبَشَرِ عَلَيْنَا نِعْمَةٌ بِلِ اللَّهِ تَعَالَى هُوَ الَّذِي أَنْعَمَ عَلَيْنَا، فَلَيْسَ بَيْنَنَا وَ

بَيْنَهُ وَاسِطَةٌ وَ النَّاسُ بِأَسْرِهِمْ صَنَائِعُنَا، فَتَحْنُ الْوَأَسِطَةُ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى، وَ هَذَا

مَقَامٌ جَلِيلٌ ظَاهِرُهُ مَا سَمِعْتَ وَ بَاطِنُهُ أَهْمُ عَيْدِ اللَّهِ وَ أَرْبَابِ النَّاسِ عَيْدُهُمْ.

حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم پر کسی بشر کا احسان نہیں، بلکہ خداوند عالم نے ہمیں تمام نعمتیں براہ راست دی ہیں اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں ہے اور تمام لوگ ہمارے احسان پروردہ اور ساختہ و پرداختہ ہیں اور ہم اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ یہ ایک عظیم منزلت اور جلیل مقام ہے۔ ان الفاظ کا ظاہر مفہوم وہی ہے جو تمہارے گوش گزار ہو چکا ہے، لیکن ان کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور تمام لوگ ہمارے بندے اور حلقہ گوش ہیں۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۵۱)

لہذا جب یہ فیضان الہی کی منزل اول اور مخلوق کیلئے سرچشمہ نعمات ٹھہرے تو مخلوقات میں سے کسی کو ان کی سطح پر نہیں لایا جاسکتا اور نہ دوسروں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کے قائم کرنے سے کسی کو ان کا ہم پائیہ تصور کیا جاسکتا ہے، چہ جائیکہ وہ افراد کہ جو ان کے کمالات و خصوصیات سے ایک متضاد حیثیت رکھتے ہوں اور ہر موقعہ پر حق و صداقت سے ٹکرانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہوں۔ چنانچہ امیر المؤمنین علیؑ معاویہ کے سامنے تصویر کے دونوں رخ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ہم میں سے پیغمبر اکرم ﷺ تھے اور جھٹلانے والوں میں پیش پیش تمہارا باپ ابوسفیان تھا، ہم میں سے حضرت حمزہؓ تھے جنہیں پیغمبر ﷺ نے اسد اللہ کا لقب دیا اور تمہارا نانا علیہ ابن ربیعہ اسد الاہلاف ہونے پر نازاں تھا۔ چنانچہ جب جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ اور عقبہ ابن ربیعہ آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہؓ نے کہا: «أَنَا حَمَزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَسَدُ اللَّهِ وَ أَسَدُ رَسُولِهِ» (میں حمزہ ابن عبدالمطلب ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہے)، جس پر عقبہ نے کہا: «أَنَا أَسَدُ الْخَلْقَاءِ» (میں ہم سو گنبد جماعت کا شیر ہوں) اور اَنَا أَسَدُ الْأَخْلَافِ» بھی روایت ہوا ہے۔

مقصود اس کا یہ تھا کہ وہ حلف اٹھانے والی جماعت کا سردار تھا اس حلف کا واقعہ یہ ہے کہ: جب بنی عبدمناف کو قبائل عرب میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوئی تو انہوں نے چاہا کہ بنی عبد الدار کے ہاتھوں میں جو غنایہ کعبہ کے منصب ہیں وہ ان سے لے لئے جائیں اور انہیں تمام عہدوں سے الگ کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں بنی عبدمناف نے بنی اسد ابن عبد العزیٰ، بنی تمیم، بنی زہرہ اور بنی حارث کو اپنے ساتھ ملا لیا اور باہم عہد و پیمانہ کیا اور اس عہد کو استوار کرنے کیلئے عطر میں اپنے ہاتھ ڈبو کر حلف اٹھایا کہ وہ ایک دوسرے کی نصرت و امداد کریں گے جس کی وجہ سے یہ قبائل ”حلفاء مطہیین“ کہلاتے ہیں اور دوسری طرف بنی عبد الدار، بنی مخزوم، بنی سہم اور بنی عدی نے بھی حلف اٹھایا کہ وہ بنی عبدمناف اور ان کے حلیف قبائل کا مقابلہ کریں گے۔ یہ قبائل احلاف“ کہلاتے ہیں۔ عقبہ نے حلفاء مطہیین کا اپنے کو سردار گمان کیا ہے۔ بعض شارحین نے اس سے ابوسفیان مراد لیا ہے، چونکہ اس نے جنگ خندق میں رسول ﷺ سے لڑنے کیلئے مختلف قبائل سے حلف لیا تھا اور بعض نے اس سے اسد ابن عبد العزیٰ مراد لیا ہے، لیکن یہ قول چنداں وزن نہیں رکھتا، کیونکہ یہاں روئے سخن معاویہ سے ہے اور اس سے معاویہ پر کوئی زد نہیں پڑتی جب کہ بنی عبدمناف بھی اس حلف میں شامل تھے۔

پھر فرماتے ہیں کہ: ”ہم میں سے جو انان اہل جنت کے سردار ہیں، اور یہ پیغمبر ﷺ کی حدیث «الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ» کی طرف اشارہ ہے، اور تم میں سے جہنمی لڑکے ہیں، یہ عقبہ ابن معیط کے لڑکوں کی طرف اشارہ ہے کہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دیتے ہوئے پیغمبر ﷺ نے عقبہ سے کہا تھا کہ: لَكَ وَ لَهُمُ النَّارُ ۱۔ (تیرے اور تیرے لڑکوں کیلئے جہنم ہے)۔

پھر فرماتے ہیں کہ: ہم میں سے بہترین زنان عالمیان فاطمہ الزہراء علیہا السلام اور تم میں سے «حماتہ الخطاب» اس سے معاویہ کی پھوپھی ام جمیل بنت حرب مراد ہے کہ جو ابولہب کے گھر میں تھی۔ یہ کانٹے جمع کر کے رسول اللہ ﷺ کی راہ میں بچھایا کرتی تھی۔ قرآن مجید میں ابولہب کے ساتھ اس کا بھی تذکرہ ان لفظوں میں ہے:

﴿سَيَصْلَىٰ نَارًا إِذَا تَلَهَّبَ ۖ وَأَمْرَ أَتَىٰ ۗ حِمَاةَ الْخَطَبِ ۖ﴾

وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی جو لڑکیوں کا بوجھ اٹھاتے پھرتی ہے۔ ۲۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص پند نصیحت میں مبالغہ سے کام لیتا ہے تو اس میں اس کے ذاتی اغراض و مقاصد کا لگاؤ سمجھا جاتا ہے۔ خواہ وہ نصیحتیں کتنی ہی نیک نیتی اور بے غرضی پر مبنی ہوں۔ یہ مصرع ایسے ہی مواقع پر بطور مثل استعمال ہوتا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے:

كَمْ سَفَتْ فِي آثَارِكُمْ مِنْ نَصِيحَةٍ وَ قَدْ يَسْتَفِيدُ الظَّنُّهُ الْمُنْتَصِحَ
”میں تمہیں اتنی زیادہ نصیحتیں کر چکا ہوں کہ کبھی نصیحت کرنے والے کو بدگمانی کا مرکز بن جانا پڑتا ہے“۔ ۳۔

۳۔ یہ مصرع عمل ابن بدر کا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے:

لَيْسَ قَلِيلًا يَلْحَقُ الْهَيْبَاءَ حَمَلٌ مَا أَحْسَنَ الْمَوْتُ إِذَ الْمَوْتُ نَزَلَ
”تھوڑی دیر دم تو لو کہ حمل میدان جنگ میں پہنچ لے۔ موت وارد ہونے کے وقت کتنی حسین و دلکش ہوتی ہے“۔ ۴۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک ابن زہیر نے حمل کو جنگ کی دھمکی دی جس کے جواب میں اس نے یہ شعر پڑھا اور پھر مالک پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ جب مالک کے بھائی نے یہ دیکھا تو اس نے قصاص میں حمل اور اس کے بھائی حذیفہ کو مار دیا۔ چنانچہ اس نے اپنے اس شعر میں اس کا ذکر کیا ہے:

شَفِيئَتِ النَّفْسِ مِنْ حَمَلِ بْنِ بَدْرِ وَ سَنَفِيٍّ مِنْ حَذِيفَةَ قَدْ شَفَانِي
”میں نے حمل ابن بدر سے بدلہ لیکر اپنے نفس کا اضطراب دور کیا اور میری تلوار نے حذیفہ کو قتل کر کے مجھے تسکین دی“۔ ۵۔

☆☆☆☆☆

۱۔ ترجمہ و شرح نہج البلاغہ، فیض الاسلام، ج ۵، ص ۸۹۷۔

۲۔ سورۃ سمد، آیت ۳-۴۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۰، ص ۴۵۔

۴۔ ترجمہ و شرح نہج البلاغہ، فیض الاسلام، ج ۵، ص ۹۰۳۔

۵۔ بحار الانوار، ج ۳۳، ص ۷۳۔